

# گوہر حیات اور اس کے حصول کا بہترین ذریعہ

دایک مفکرانہ اور داعیانہ تجزیہ

انہ ڈاکٹر سید مسعود احمد لکچر شعبہ کیمسٹری مسلم یونیورسٹی علیگر ٹھ

دور حاضر کی متمدن اور ترقی یافتہ دنیا ہو یا دورِ ازل کی ترقی پذیر دنیا۔ انسانوں کے پسند و ناپسند کے اصول یکساں ہی ہیں۔ اسباب و فروعات اور طریقہ کھانے کار میں تغیر و تبدل تو بیشک ہوا ہے۔ مگر انسانوں کے پسند و ناپسند کی کسوٹی، ان کے جملہ اعمال و افعال کا گوہرِ مقصود ان کا منتہائے فکر و عمل یا بالفاظِ دیگر ان کا مقصودِ حیات یا گوہرِ حیات (*Real essence the ultimate of life*) اس مدت دراز میں ذرہ برابر بھی تبدیل نہیں ہوا ہے۔ بلکہ بات یہاں تک بھی مبالغہ آمیز نہیں ہوگی کہ اگر دنیا قائم رہی تو آج سے دو ہزار سال بعد بھی حیاتِ انسانی کا منتہائے فکر و عمل ناقابلِ تغیر ہی رہے گا۔ اور اس میں کسی قسم کی فرسودگی کا شائبہ تک نہ ہوگا۔

آخر زندگی کا جوہرِ مقصود یا منتہائے مقصود کیا ہے جس کے ارد گرد زندگی کی ساری گنگ و دو گردش کرتی ہے؟ انسان کا حاصلِ حیات اور منزلِ سعی و عمل کیا ہے جس کو پانے کی دھن میں وہ سرگرداں رہتا ہے؟ کیا ایسا ہے کہ انسان بغیر کسی منزل و مقصد کے اپنا سفرِ حیات طے کرتا جاتا ہے اور اس کو کسی منزلِ مقصود کی تمنا و خواہش نہیں ہوتی؟ کیا کھانا، پینا، سونا، مال و دولت کا حصول اور توالم و تناسل وغیرہ ہی اصلی جوہرِ حیات ہیں؟

عقل و شعور میں نچنگی اور سن بلوغ کو پہنچتے ہی ہر انسان اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنے لگتا ہے۔ کوئی مصاحبت و وزارت یا نوکری (Service) کو پسند کرتا ہے تو کسی کو رزاعت میں دلچسپی ہوتی ہے اور کوئی تجارت کو ذریعہ معاش بناتا ہے اور کچھ لوگ صنعت و حرفت کے میدان میں زندگی کی تلگ و دو لگا دیتے ہیں۔ اس تلگ و دو کے چند میدان یہ بھی ہیں کہ کچھ لوگ چوری و ڈاکہ زنی اور فحاشی و عیاشی ہی میں اپنی زندگی کا جوہر مقصود پا لیتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا مطلع نظر یہ ہوتا ہے کہ داغظ و تاصح اور راست گو دایمان دار بن جانا ان کی منزل مقصود کو پہنچا دے گا۔ ان تمام اسباب جدوجہد کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی ہم پلہ ارون و سکندر ہو کر بھی پریشیاں رہتا ہے اور کوئی افلاس و تنگی میں بھی خوش و خرم رہتا ہے۔ اس بحث سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ تمام میدان سعی و عمل اس منزل مقصود کے اسباب ہیں اصل جوہر کچھ اور ہے۔ درنہ کیا وجہ ہے کہ مفلس تو دولت و ثروت کی کمی کے وجود قانع ہے اور بادشاہ حاکم وقت اور صاحب زر ہو کر بھی مزید پانے کی خواہش کر رہا ہے یہی بات عقل و شعور کے دریچے کھول دیتی ہے۔ کہ مال و دولت، جاہ و ثروت، لمومت و وزارت، نام و نمود، تکملہ جنسی خواہشات وغیرہ اصلی مقصود حیات میں ورنہ یہ تضاد نظر نہیں آتا۔ مزید برآں اگر کھانا، پینا، سونا وغیرہ بذات خود ہی مقصودات ہوتے تو ان سے ایک دم آگے بڑھ کر کھانے کے لیے لذیذ ہونے کی، اور سونے کے لیے بستر کی ضرورت کیوں پیش آتی۔ یہ تفصیلی تجزیہ بذات خود اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ انسان ان تمام اسباب و ادا سے آگے اور افاق کسی اور منزل کو پانے کا خواہش مند ہے۔ منطقی طور پر وہ نقطہ ارتکا زیا لیتا سبب تلگ و دو اور فکر و عمل — واحد میلا“ ہی ہونا چاہیے تاکہ وہ اس کی زندگی کا واحد مقصود حیات یعنی گوہر حیات پائے۔

در اصل انسانی زندگی کا جوہر مقصود مکمل ذہنی سگون کا حصول ہے۔ یا

بالفاظ دیگر اطمینان قلب کا حصول (Achievement of mental  
 peace and complete satisfaction) سکون قلب ہی  
 حیات انسانی کا جوہر (Real essence) ہے۔ اور اسی سکون قلب کو پانے  
 کی یہ سب تک و دو ہے۔ اپنی اپنی فطرت (مزاج و صلاحیت) ماحول اور حالات کے  
 مطابق انسان سکون قلب کو حاصل کرنے کے اسباب فراہم کرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی  
 شخص چور ہے تو اس لیے کہ اس کے مزاج میں چوری کا داعیہ موجود ہے اور اس داعیہ کو  
 اس کے ماحول و حالات نے مثبت تحریک بخشی ہے جن کی جامع اثر پذیری

(Resultant influence) سے اس کو چوری ہی میں سکون قلب مل رہا  
 ہے۔ اور اگر اس کو چوری میں اطمینان و سکون میسر نہیں ہے تو اولاً تو وہ چوری کرنے کی  
 ہمت و جسارت ہی نہیں کر سکے گا، بالفرض وہ مجبوری ماحول و حالات یہ فعل کر رہا ہے  
 تو جلد ہی اس سے باز آ جائے گا ورنہ دماغی توازن کھو بیٹھے گا۔ اور وہی آخری نزل ہے  
 عدم سکون قلب کی۔ لہذا جو فعل بھی انسان برضا و رغبت کرتا ہے اس کی واحد وجہ  
 سکون قلب کا حصول ہی ہوتا ہے۔ ایک اور مثال لیجیے کہ آپ اس مضمون کو برضا و رغبت  
 پڑھ یا سن رہے ہیں تو اس کی تین لمبائی و جہات ہو سکتی ہیں۔ (۱) اضافہ علم (۲) نیت ثواب  
 (۳) وقت گزاری۔ ان میں سے جو داعیہ بھی محرک رہا ہوا ان سب کے پیچھے ایک ہی مقصد  
 ہے اور وہ ہے سکون قلب کا حصول۔ مزید وضاحت کے پیش نظر عرض ہے کہ اگر آپ

لے جو کتنی وجہ یہ بیان کی جا سکتی ہے کہ مجبوراً کسی دوست کی دلجوئی کی خاطر بھی یہ مضمون پڑھا  
 جا سکتا ہے۔ اولاً جبر رضا کی ضد ہے اور اگر مجبوری کی شرط کے بغیر مجرد دلجوئی ہی مقصود ہے تو  
 دلجوئی سے بھی تو آپ کو سکون قلب ہی میسر ہوگا۔ کیونکہ دوست کی دلجوئی کر کے آپ کو خوشی  
 محسوس ہوگی، نفرت مٹے گی، قربت بڑھے گی، معاشرہ میں محبت و مودت کا درد درہ ہوگا اور  
 ان نتائج کے حصول پر آپ کو اطمینان قلب ہی ملے گا۔

یہ سوال کیے جائیں کہ آپ اضافہ علم کے کیوں خواہاں ہیں؟ ثواب سے آپ کو دنیا میں کیا فائدہ ہوگا؟ یا وقت گزاری سے کیا ملے گا؟ اس میں تو قیمتی وقت رائیگاں ہی جائے گا۔

سب کا آخری جواب ایک ہی ہے یعنی حصول سکونِ قلب۔ بہت سے جوابات میں سے ایک ایک جواب اس طرح ہے۔ اضافہ علم باعثِ شہرت و عزت ہوگا جس سے آپ کو ذہنی سکون محسوس ہوگا۔ ثواب کی امید ہے۔ آپ کو اطمینانِ قلب میسر ہوگا کہ میں آخرت کی زندگی کا کچھ سرمایہ جمع کر لیا ہے۔ وقت گزاری سے یہ پہاڑ جیسی گھڑیاں آسانی سے کٹ جائیں گی جس سے ذہنی انتشار تو کم از کم اس مدت تک قریب نہ پھٹک سکے گا۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا کہ ہر شخص کا مقصود حیاتِ مکمل سکونِ پائیدار امن و امان کی احتیاج ہے۔ قلب حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے ضمنی طور پر یہ بھی ناگزیر ہے کہ بہتر بقائے حیات کے لیے اس دنیا کا ماحول ایسا ہونا چاہیے جس میں ہر شخص کے ذہنی سکون کے زیادہ سے زیادہ اسباب فراہم ہوں۔ علاوہ دیریں یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ ہر انسان اپنے سکونِ قلب کے حصول کے لیے ایسے اسباب اختیار کرے جن سے دوسرے انسانوں کا سکونِ قلب ہرگز پائمال نہ ہوتا ہو۔ ورنہ وہ خود غرض انسان خود بھی کسی لذت اس ظلم و فساد اور انتشار و ہرجان سے بچ نہ سکے گا جن کی تخم نیزی وہ دنیا کے انسانیت کے لیے کرے گا اور نتیجتاً اس کا سکونِ قلب بھی عارضی اور ناپائیدار ہوگا۔ لہذا مستقل و پائدار سکونِ قلب کے لیے

ضروری ہے کہ صرف اپنے اوپر ہی نظر نہ رکھے بلکہ دنیا کے انسانیت کی فلاح و بہبود کا بھی خیال رکھے تاکہ پائیدار امن و امان قائم ہو سکے۔

حیوانات بھی اپنے احساس و شعور کی حدود میں ادراچی و صحت مستقل اور عارضی سکونِ قلب و قدرت بھر سکونِ قلب کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔

مگر انسان چونکہ عقل و شعور میں حیوانات سے بدرجہا بہتر ہے لہذا انسانیت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے لیے ایسے اسباب فراہم کرے جن سے مستقل و پائدار سکونِ قلب میسر ہو سکے۔ اس کے لیے

اولاً یہ معلوم ہوتا چاہیے کہ سکونِ قلب کے اس دنیا میں کون کون سے اسباب دذرائع ہیں اور ان سے حاصل ہونے والا سکونِ قلب عارضی و ناپائیدار ہے یا مستقل و پائیدار۔ ثانیاً یہ کہ اس ذریعہ سکونِ قلب سے کسی دوسرے انسان کے ذہنی سکون پر زد تو نہیں پڑتی ہے یعنی وہ دنیوی امن و امان کو قطع (طرد کنندہ) کرنے والا تو نہیں۔

سکونِ قلب ایک انفرادی معاملہ ہے جبکہ امن و امان، سکونِ قلب کے تین اہم پہلو

سکونِ قلب ہی کی اجتماعی اصطلاح ہے۔ یعنی "اجتماعی سکون و چین" انفرادی سکونِ قلب حالانکہ کسی فرد مخصوص کے اطمینان و خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ مگر اس کے اثرات معاشرہ پر بھی تھوڑے بہت مرتب ہوتے ہیں۔ گویا انفرادی سکون بذاتِ خود نہ تو قاطع امن و امان ہی ہے اور نہ مجرمان و اماں ہی کا ذریعہ۔ بلکہ اس کا تعلق اس طریقہ کار یا ذریعہ سکون سے ہے جس کو کوئی شخص اپنے سکونِ قلب کے لیے استعمال کرتا ہے اور جس کے اثرات اجتماعی طور پر تخریب یا تعمیر پر منتج ہوتے ہیں۔ ثانیاً یہ بھی ضروری نہیں ہے سکونِ قلب کے تمام ذرائع انسانی فطرت و مزاج پر پائیدار مثبت اثر ہی ڈالیں۔ اگرچہ وقتی طور پر ہر ذریعہ سکون انسانی مزاج کو بہتر ہی محسوس ہوتا ہے اور اس طرح روح یا نفس کے لیے لذت کا باعث ہوتا ہے۔ مگر پائیداری اور دیر پا اثرات کے لحاظ سے ہر طریقہ سکون انسانی جسم و دماغ پر اپنا منفرد وقتی یا دیر پا اثر ڈالتا ہے۔ مزید برآں کوئی ذریعہ سکون انسانی وجود کی فنا و تخریب کا باعث ہوتا ہے تو کسی دوسرے طریقہ سکون کو اختیار کر کے اس کے وجود کی بقا و تعمیر کے دروازے بھی کھل سکتے ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں سکونِ قلب کو تین حیثیتوں سے پیش کرنا ضروری ہے۔

(۱) آیا کہ وہ خاص طریقہ سکون اس منفرد شخص کے مزاج اور جسم پر "دیر پا سکون و چین" کا باعث ہوتا ہے یا صرف وقتی و عارضی سکون مہیا کر رہا ہے۔

(۲) یہ کہ وہ مخصوص طریقہ سکون حقیقی طور پر انسانی وجود کی بقا و تعمیر کا باعث ہے یا

فنا و تخریب کا باعث۔

(۳) یہ کہ وہ طریقہ سکون (یا ذریعہ سکون قلب) اجتماعی طور پر رحمت کا باعث ہے یا رحمت کا بالفاظ دیگر وہ دنیا میں امن و اماں کو تحریک بخشنے والا ہے یا اس کو کمزور کرنے والا۔

مندرجہ بالا تشریح کی روشنی میں چند اسباب سکون کا تجزیہ: تین مثالیں | پہلی مثال: آئیے ایک ایسے شخص کے سکون قلب کا تجزیہ

کریں جو ذہنی انتشار و ہیجان سے چھٹکارہ پانے کے لیے کثرت شراب نوشی کی راہ اختیار کرتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ اس طرح اپنی پریشانی سے وقتی طور پر خیالی چھٹکارہ بھی پالے گا۔ شراب کے ان تلخ و بد ذائقہ گھونٹوں کو لذیذ و خوش ذائقہ مشروب بھی سمجھ لے گا مزید برآں شراب کے اثر سے وہ دنیا و مافیہا کے کمر توڑ مسائل سے ماورا ہو کر چند لمحات چین و سکون کے خیالی تصور سے خود کو مطمئن بھی کر لے گا۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ شراب نوشی اس کے کسی مسئلہ کا حل نہیں ہو سکتی بلکہ یہ تو کارزار محنت و مشقت سے ایک فرار کی راہ ہے۔ لہذا یہ ”ذریعہ سکون“ اس کو عارضی سکون قلب ہی مہیا کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہوش آنے پر اس کے مسائل پہلے سے زیادہ ہیب شکل میں اس کے سامنے پھر آ موجود ہوں گے جو اس کے وقتی سکون کو غارت کرنے کے لیے کافی ہوں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ پائدار سکون قلب کا حصول شراب نوشی کے ذریعہ ناممکن ہے۔

اب دوسرا پہلو غور فرمائیے کہ شراب نوشی کا انسانی وجود (جسم و روح) پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ امر بھی قابل تردید ہے کہ شراب نوشی جسم و روح دونوں کے لیے باعث مضرت اور باعث تخریب ہے۔ میڈیکل سائنس کی رو سے الکوحل (Alcohol) جو شراب کا ضروری جز ہے۔ انسانی خلیات (Living cells) کو توڑنے کا باعث ہوتا ہے۔ جگر کے لہ کیونکہ خلیہ میں چربی (Lipid content) کا جز الکوحل میں حل (dissolve) ہونے لگتا ہے۔

فعل میں بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ دل و دماغ کو کمزور کرتا ہے۔ جسمانی توازن میں نقص پیدا کرتا ہے۔ مزید برآں شراب کی کثرت سے قوتِ ارادی مضمحل اور کمزور ہو جاتی ہے۔ وہم و توہش اور خیالی چیزیں (Hallucinations) انسانی ذہن کو پریشان رکھتی ہیں۔ لہذا عام طبیعی سے قبل ہی کسی جسمانی یا نفسیاتی مرض کا شکار ہو کر اپنے وجود تکسر کو کھو بیٹھتا ہے۔

اجتماعی طور پر شرابی کی مضحکہ خیز اور ظالمانہ حرکات سے معاشرہ کا پریشان ہونا بھی دو اور دو چار کی طرح ناقابلِ تردید تجرباتی واقعہ ہے۔ شرابی کی گالیوں کی بوچھاڑ، شرابی ڈرائیور کے تھوڑن برقرار نہ رکھنے پر سواری (Vehicles) کی ٹکر کے واقعات اور ان کے نتیجے میں جھگڑہ و فساد سے کون واقف نہیں۔ ایک میخوار نہ صرف اپنے کنبہ و خاندان کو ذلت و حقارت کے ہییب غار میں ڈالتا ہے بلکہ اپنی اولاد کو در در کی ٹھوکریں کھلانے، ان کو رسوا کرنے اور ان کو نفسیاتی و جسمانی امراض میں مبتلا کرنے کا سبب بھی بنتا ہے۔ قرب و جوار کے سارے لوگ، اس کی بستی بلکہ وہ پورا انسانی معاشرہ ایک انسان کو غلط اور وقتی ذریعہ سکون کی اجازت دے کر اپنا دن کا چین اور رات کا آرام کھو بیٹھتا ہے۔

کثرتِ میخواری تینوں حیثیتوں سے بدترین سکونِ قلب ہٹا کرتی ہے۔ یہی حال زنا بالجبر کی زیادتی سے پیدا شدہ جسمانی نفسیاتی اور اخلاقی برائیوں اور بیماریوں کا ہے۔ اگر سکونِ قلب کی ان تین پہلوؤں سے تقسیم کی جائے تو کثرتِ میخواری اور کثرتِ زنا بالجبر کو اپنے تینوں پہلوؤں کے منفی سمت فراہم کرنے کی وجہ سے قباحت میں نمبر اول دیا جانا چاہیے۔ اسی غرض سے آگے آنے والی سکونِ قلب کی اقسام میں ہم نے اس کو نمبر ایک ہی پر رکھا ہے۔

دوسری مثال: دوسری مثال اس شخص کی لیجی جو اپنی ضروریات زندگی کو جائز

ملہ زنا بالجبر موجودہ معاشرہ کی ایجاد کردہ اصطلاح ہے۔ ہماری مراد بھی اس سے یہی ہے کہ جبراً اور معاشرہ کی حدود کو توڑ کر اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کی جائے۔ بلکہ تفصیل کے لیے دیکھیے صفحہ ۱۲۱

طریقوں سے حاصل کرنے کی دھن میں ہی سکونِ قلب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ کھانے، پینے ستر چھپانے اور رہائش کے لیے انتظام کرنے کی خاطر ہی سرگرداں ہے اور ان چیزوں کو پا کر ہی وہ چین و سکون کی سانس لیتا ہے۔ مگر کیا اس کو دائمی اور پائدار سکونِ قلب میسر ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں! کیونکہ صبح سے دوپہر تک تک دو دو کے بعد اس کو "پیٹ کی آگ بھجا کر" کچھ سکون تو بیشک ملا۔ مگر اب اس کو رات کے کھانے کی "فکر" ہے۔ محنت و مشقت اور اپنے "خون و پسینہ کی قربانی" دے کر اس کو ایک جوڑا کپڑے حاصل ہوئے ہیں مگر جلد ہی وہ بھی اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیتے ہیں اور رہا سہا سکون پھر اس کو اخلاق و شرافت کی دہائی سے چکنا چور ہونا نظر آتا ہے۔ زندگی کی بے شمار "خوشیوں اور لذتوں کو تھج کر" اس کو سر چھپانے کا ایک بسیرا میسر ہوا ہے کہ حقیقت جلد ہی عیاں ہو گئی کہ دوام و بقا تو اس مادی دنیا میں عنقا ہے۔ آگ کا خطرہ، سیلاب کا زلزلہ کا خوف نیز وقت بے وقت مرمت کی شکل میں جیب و سکون پر ڈاکہ پڑتا ہی رہتا ہے۔ دائمی سکون ان ہمہ وقتی پریشانیوں کی نذر ہو کر مادی دنیا اور اس کے ذرائع کے فانی ہونے کی حقیقت واضح گف کرتا ہے۔ بہر کیف یہ سکون بھی وقتی اور عارضی ہی ہوتا ہے۔

اب ہمیں اس ذریعہ سکون کے دوسرے پہلو پر غور کرنا ہے کہ آیا یہ ذریعہ سکون انسانی وجود کے لیے باعثِ مضرت و زحمت ہے یا باعثِ صحت و رحمت۔ ظاہر ہے کہ کھانا پینا و زحمت سکونت انسانی وجود و حیات کی اہم اور بنیادی ضروریات ہیں اور ان کے بغیر حیات انسانی کی بقا و صحت ناممکن ہے۔ اس لیے یہ ذریعہ سکون یعنی "معاش و سکونت حصول" انسانی جسم و روح کی صحت کا ذریعہ بھی ہے اور یہ اس ذریعہ سکون کا مثبت (Positive) پہلو ہے۔

تیسرا پہلو جس پر غور کرنا باقی رہ جاتا ہے وہ ہے اس ذریعہ سکون سے معاشرہ کے لی داماں پر اثر۔ یعنی حصولِ معاش و سکونت کے نتیجہ میں وہ معاشرہ، جس کا یہ شخص ایک



فرد ہے، سکون و چین کی سانس لیتا ہے۔ یا پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب بھی ہر متوازن شخص یہی دے گا کہ اگر ہر انسان کو روٹی کپڑا اور مکان کی سہولیات مہیا ہوں تو دنیا کے نصف مسائل حل ہو جائیں گے نیز سیکڑوں معاشی جرائم کا استیصال بھی خود بخود ہو جائے گا۔ ان مسائل کے حل ہونے سے امن عامہ کو تقویت پہنچے گی۔ اس کے برخلاف اگر انسان کی بنیادی ضروریات ہی پوری نہ ہوں تو ظلم و تشدد کا بازار گرم ہو جائے گا۔ لوٹ کھسوٹ اور نفرت و عداوت کو تحریک ملے گی۔ لہذا بنیادی ضروریات کے حصول پر جہاں ایک طرف اُس فرد مخصوص کو سکون ملے گا وہاں معاشرہ بھی امن و امان کی راہ میں مثبت پیش رفت کرے گا۔

بطور خلاصہ حصولِ معاش اور دیگر بنیادی ضروریات کی تکمیل سے پیدا شدہ سکون قلب عارضی، اس کے وجود کے لیے صحت و عافیت کا باعث اور معاشرہ میں امن و امان کو تقویت پہنچانے والا ثابت ہوگا۔ جس کو ہم نے اپنی تقسیم کی رو سے نمبر ۸ پر رکھا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱) تیسری مثال: آخری مثال اس شخص کی ہے جو باطلانہ ماحول میں حق و ثواب سمجھ کر ایماندارانہ زندگی گزارتا ہے اور اسی میں سکون و چین محسوس کر رہا ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ اس پر یہ منکشف ہو چکا ہے کہ ایمان دارانہ زندگی گزارنا ہی حق و صداقت پر مبنی ہے اور وہ عقل و شعور کی گہرائیوں سے نتیجہ اخذ کر چکا ہے۔ اس کا قلب و وجدان پکار رہا ہے کہ ایمانداروں میں ہی دائمی کامیابی و فلاح مضمحل ہے اور وہ اپنے ضمیر کو ملامت کا موقع ہی نہیں دیتا۔ مزید برآں اس کا دل کی گہرائیوں سے یقین ہے کہ راہ حق کی یہ تمام مشکلات و قربانیاں جنت کی لازوال نعمتوں سے بدل جائیں گی۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر اس کو روحانی خوشی و لذت محسوس ہوتی رہے گی۔ اور اس لیے اس کا سکون قلب دائمی و پائدار ہوگا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ذریعہ سکون کو حاصل کرنے کے لیے اور اس سکون کے حصول پر اس کا جسم کیا اثر لیتا ہے۔ جو اب اعراض ہے کہ اس کی جدوجہد اس امر کی عکاسی کرے گی کہ انسانی فطرت کے خلاف ماحول و حالات کے باوجود وہ اکثریت کی رو میں بہنے کے بجائے سمت

مخالف میں سفر کرنا چاہتا ہے جس کے لیے اس کو ہمہ وقتی قربانیاں دینی ہوں گی جو انسانی جسم کے لیے بہر حال باعثِ رحمت اور گراں ہیں۔ ہر کامیابی محنت و مشقت چاہتی ہے کجا کہ ایمان دار رہتے ہوئے۔ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اور حق دار کا پورا پورا حق ادا کرتے ہوئے، محنت و مشقت کی راہ سے کامیابی کی کوشش۔ راہِ حق کے گراں بار تقاضے اس کے جسم و نفس کو موٹا ہونے کا موقع کہاں دے سکتے ہیں۔

مگر تیسرا پہلو جو انسان کے نفس و جسم سے زیادہ اہم ہے وہ ہے معاشرہ کی بقا و ارتقاء کا اور ان کے لیے معاشرہ میں امن و سکون اور لین اہمیت کا حامل ہے۔ اور یہ ایمان دار شخص معاشرہ کے لیے باعثِ رحمت ثابت ہوگا کیونکہ سب لوگ اپنی بقا و ارتقاء کے جائز اسباب فراہم کرنے میں آزاد ہوں گے اور کسی شخص کو اس سے کسی گزند و نقصان کا اندیشہ نہ ہوگا۔ نیز یہ شخص معاشرہ میں امن و امان کی راہیں استوار کرنے کا سبب بنے گا لہذا یہ ذریعہ سکون معاشرہ پر بہترین مثبت اثرات ڈالے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حق و ثواب سمجھ کر باطلانہ ماحول میں ایمان دارانہ زندگی گزارنے پر انسان دائمی سکون قلب سے متمتع ہوتا ہے، یہ سکون مخالف ماحول اور نسبتاً زیادہ محنت طلب ہونے کی وجہ سے انسانی جسم پر پھوڑا بہت منفی اثر ڈالتا ہے مگر معاشرہ کے امن و سکون کے لیے باعثِ رحمت ہوتا ہے۔ سکون قلب کا یہ بہت اچھا ذریعہ ہے اس لیے ہم نے سکون کی اقسام میں اس کو دسویں نمبر پر رکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱)

مندرجہ بالا تینوں مثالوں میں ہم نے مختلف ذرائع سکون کو ان کی پائنداری، انسانی جسم پر ان کا اثر اور انسانی معاشرہ پر اس ذریعہ سکون کے اثرات (خصوصاً اجتماعی سکون و چین) کی روشنی میں بحث کی ہے، ہمیں اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اگرچہ یہ تینوں پہلو بالکل منفرد نہیں ہیں بلکہ باہم دگر مربوط و متعلق ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ذریعہ سکون امن عامہ کو تقویت پہنچاتا ہے تو وہ اس انسان کے انفرادی سکون قلب کو نسبتاً زیادہ پائنداری بھی بخشتے گا۔ اور اگر کوئی سکون قلب انسانی

جسم کی تخریب (Destruction) کا باعث ہے تو وہ انفرادی سکون قلب میں نسبتاً کم وقت تک اور کم مقدار میں سکون فراہم کرے گا۔ مگر ہماری غرض ان تین مثالوں سے یہ کہتی ہے کہ سکون قلب کا ان تینوں پہلوؤں سے تجزیہ کرنے پر ہی مسائل انسانیت کا حقیقی حل دریافت کیا جاسکتا ہے اور یہ تینوں پہلو ہی انسانی جوہر حیات کی آب و تاب، پائیداری اور بقا کی کسوٹی بھی ہیں۔

سکون قلب کے ان تینوں اثرات و نتائج کی روشنی میں اسباب سکون کی مندرجہ سکون قلب کی اقسام | ذیل گیارہ قسمیں کی گئی ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ خاص طریقہ زندگی یا طریقہ سکون قلب درحقیقت کس معیار کا ہے۔

بدترین ذریعہ سکون (۱) عارضی، انسانی وجود (روح و جسم) کے لیے نقصان دہ۔ اور دنیا میں قطع امن و امان کا ذریعہ

مثلاً شراب نوشی کی کثرت اور زنا بالجبر کی زیادتی وغیرہ۔

(۲) عارضی، انسانی وجود پر سہل مگر دنیا میں قطع امن و امان کا ذریعہ

مثلاً عیاشی، بد چلنی و جملہ اخلاقی امراض، زبردستی وغیرہ۔

(۳) عارضی یا دیر پا (حالات پر منحصر) اور قطع امن و امان۔

مثلاً۔ توہمات جاہلانہ پر عقائد جیسے بدشگونی، کسی راز کا اظہار

بذریعہ گمراہ انسان یا بندہ عیہ دماغی مریض۔ جنس منتر۔ دیوتاؤں پر انسانی قربانی وغیرہ

(۴) عارضی، انسانی وجود کے لیے باعث مفرت مگر دنیوی امن و امان سے براہ راست کوئی تعلق نہیں

مثلاً۔ مسکنات و منشیات کا استعمال وغیرہ۔

(۵) عارضی، انسانی فطرت کے لیے موزوں مگر دنیوی امن و امان سے براہ راست بے تعلق۔

مثلاً لذیذ کھانا پینا۔ سونا اور گھیل کود۔ اچھی سواری اور اعتدال کے ساتھ تکملہ جنسی،

خواہشات وغیرہ۔

(۶) عارضی، انسانی طبیعت پر بار۔ مگر دنیا میں امن و امان کا ذریعہ

مثلاً حق دار کا حق بغیر کسی ثواب و عذاب کی نیت کے ادا کر دینا وغیرہ۔

(۷) عارضی مگر دنیا میں امن و اماں کا ذریعہ۔

مثلاً بغیر ثواب کے خیال کے ضرورت مند کی حاجت پوری کر دینا اور ایماندارانہ زندگی گزارنا۔ (مگر یہ ایماندارانہ زندگی کبھی بھی قائم و دائم نہیں رہ سکتی)۔ وغیرہ

(۸) عارضی انسانیت وجود کے لیے موزوں۔ اور دنیا میں امن و اماں کا ذریعہ

مثلاً پیٹ بھر کھانا۔ اعتدال کے ساتھ اور جائز حدود میں جنسی خواہشات کی تکمیل۔ اور بنیادی ضروریات کا حصول۔ وغیرہ۔

(۹) پائیدار؛ مگر دنیوی امن و اماں سے براہ راست بے تعلق۔

مثلاً۔ چلہ کشی، لوگ و ستیاس۔ رہبانیت وغیرہ۔

(۱۰) پائیدار۔ انسانی جسم پر بار۔ مگر دنیوی امن و اماں کا ذریعہ۔

مثلاً باطلانہ ماحول میں حق سمجھ کر ایمان دارانہ زندگی گزارنا۔ ثواب کی نیت سے باطل

کے خلاف جدوجہد۔ جملہ روحانی مذاہب کے ارکان و عبادات اخلاص کے

ساتھ شعوری طور پر طور پر ادا کرتا۔ وغیرہ۔

بہترین ذریعہ سکون: (۱۱) مستقل و پائیدار۔ انسانی فطرت کے لیے موزوں اور دنیا میں امن و اماں

کا ذریعہ۔

متقیانہ زندگی کی معراج یعنی کمال بندگی۔

نوٹ: مندرجہ بالا ذرائع سکون قلب میں یہ ترتیب رکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ نکات

بدترین ذریعہ سکون سے بہترین ذریعہ سکون کی طرف درجہ بدرجہ بالترتیب راجع ہوں تاکہ ناظر آسانی

کے کسی طریقہ سکون کا معیار معلوم کر سکے۔

مندرجہ بالا اقسام سکون سے یہ ظاہر ہے کہ مادیت

مادیت و روحانیت کا سکون قلب کی روشنی میں تجزیہ پر مبنی سکون قلب عارضی ہوتا ہے اور افراط و

زیادتی کی حالت میں قاطع امن و امان بھی۔ اس کے برعکس روحانی اسباب سے حاصل کیا ہوا اطمینانِ قلب پائدار ہوتا ہے۔ الایہ کہ غلط توہمات اور جاہلانہ عقائد کو بروئے کار لانے کے لیے براہ راست انسانوں کو ظلم و ستم کا ہدف نہ بنا دیا جائے۔ جس کی وجہ سے دنیا میں انتشار و ہیجان بڑھے اور وہ شخص مستقبل میں اپنے سکون و چین کو بھی کھو بیٹھے۔

چونکہ سکونِ قلب بذاتِ خود ایک نفسیاتی احساس ہے۔ لہذا اس کی آبیاری و پرورش (Stability) کے لیے نفسیاتی غذا ہی بہتر ثابت ہو سکتی ہے اور روحانیت کا نفسیات سے تعلق بالکل عیاں ہے۔ مثلاً جنر۔ منتر۔ ٹونے ٹوکے وغیرہ کے معتقد کسی مریض کا ان طریقوں سے مرض دور ہو جانا ایک نفسیاتی علاج ہے۔ اس بحث سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ روحانیت کے ذریعہ تعمیر شدہ سکونِ قلب بھی پائدار ہوتا ہے۔

اب رہی یہ کہ ورت کہ مادیت پر مبنی ذہنی سکون عارضی کیوں ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مادیت کا تعلق انسانی روح سے نہ ہو کر اس کے جسم اور ڈھانچے سے ہے اور جسم محدود (Finite) تغیر پذیر (Alterable changeable) اور فانی (Mortal) ہے جب کہ روح محدود و قیود سے بالاتر (Dimensionless in determinat or indefinite)

اور لافانی (Immortal) ہے۔ علاوہ بریں انسانی نظام (Physiology) اس طرح واقع ہوا ہے کہ انسان زیادہ دیر تک اور زیادہ مقدار میں (At hishe) کسی بھی مادی لذت کا متحمل نہیں رہ پاتا۔ اس پر مزید کمزوری یہ کہ وہ اُن مادی لذت پر اعتدال سے قائم نہیں رہتا۔ اور افراط کی جانب پیش قدمی کرنے لگتا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک وقت انسانی فطرت کی قوت برداشت سے آگے بڑھ کر اپنا جسمانی یعنی مادی وجود تک کھو بیٹھتا ہے۔

اگر کوئی شخص مادی سائنس کی روشنی میں ذہنی سکون کا کوئی ذریعہ یا ذرا تلاش کرے تو سائنس بے شک اس کو ذہنی سکون کے متعدد طریقے اور بہت سی دوائیں فراہم کر سکتی ہے۔ مگر کسی بھی دوا کی یہ گارنٹی نہیں دے سکتی کہ وہ دوا انسانی وجود کے لیے پوری طرح ہم آہنگ

اور بے ضرر ہے۔ کوئی بھی دوا مکمل (Perfect & ideal) نہیں اور ہر دوا کا مستقبل میں کوئی نہ کوئی نقصان ضرور ظاہر ہوگا۔ کیونکہ انسان اور دنیا کے بارے میں اسکی معلومات نیز موجودات عالم کے انسانی زندگی پر اثرات کی تحقیق بہت ہی محدود ہیں۔ لہذا یہ وقتی ذریعہ سکون مستقبل کا ایک زبردست قاطع سکون بھی بن سکتا ہے۔

سکون قلب کا مادی تصور اور سائنسی تجزیہ | موجودہ سائنس، نفسیاتی احساسات (مثلاً غم و غصہ، خوف و خوشی، لذت و پریشانی وغیرہ کی مادی تعبیر پیش کرتی ہے۔ اس کی رو سے جملہ خواہشات و لذات، جسمانی نظام میں چند ہارمونز (Hormones) اور کیمیائی ذرات کا نتیجہ ہیں۔ یہ احساسات ان ہارمونز اور دوسرے کیمیائی مرکبات کی خون میں مقدار ان کی باہمی نسبت (Ratio) اور ان کے کیمیائی عمل و رد عمل (Chemical reactions) پر منحصر ہیں۔ مثلاً غصہ کے وقت اڈرنلین (Adrenaline or Epinephrine) اور اڈرینلین (Nor-adrenaline) کی ایک خاص مقدار اور ان کی ایک خاص نسبت (Ratio) ہوگی۔ خوشی کے موقع پر یہ ہارمونز اور دیگر کیمیائی مرکبات اپنی خصوصی نسبت و مقدار میں ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اس مادی تعبیر کا یہ نتیجہ ہوا کہ اکثر افراد یہ سوچنے لگے بلکہ اب تو نوبت عملی اقدام تک کی پہنچ چکی ہے کہ وہ کیوں نہ کوئی ایسی دوا استعمال کریں جو غیر مطلوبہ احساس کو ختم کر دے یا کوئی مطلوبہ لذت و احساس سے آشنا کرادے۔ مادی سائنسداں بھی اس موضوع پر تحقیق (Research) کے لیے اتنا ہی سوچتے ہیں کہ متعلقہ ہارمون اور کیمیائی مرکبات کو کسی نئی ممکنہ (Potential) دوا کے ساتھ لے کر تجربات کیے جائیں اور دیکھا جائے کہ متعلقہ لذت کا احساس ہوتا ہے یا نہیں۔ موجودہ دوا سائنس میں اس قسم کی دوا بنانا محال نہیں اور ان کا اثر بھی انسانی نفسیات پر پڑ سکتا ہے۔ مگر ان دواؤں کے چند منفی اور تخریبی پہلو بھی سدایا درکھنا چاہئیں۔ مثلاً اندرونی

نظام (Physiology) کی یہ خصوصیت ہے کہ کسی بھی دوا یا باہری کیمیاوی مرکب کو مستقل طور پر پر اثر ہیئت (Biologically active form) میں نہیں رہنے دیتا۔ اور کچھ دیر بعد اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ دوا کی دوسری خرابیاں اور نقصات رہے سوا لگ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر باہری عنصر کا تندرست جسم سے خارج ہو جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ مرکب نہ تو جسم کے لیے نافع ہے اور نہ اس کی جسم کو ضرورت ہے بلکہ اس کا جسم میں رکنا نقصان کا باعث ہوگا۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہر دوا کا اثر کچھ دیر بعد زائل ہو جاتا ہے تو ہم وقتی لذت و احساس کے لیے اس دوا کو مسلسل استعمال کرنا ہوگا اور اس میں کئی پریشانیوں ہیں۔ اولاً ابتدائی زمانہ استعمال میں ہر دوا کم مقدار ہی میں خاطر خواہ اثر کرتی ہے اور جیسے جیسے وقت گزرتا ہے دوا کی مقدار بڑھا کر (At higher doses) بھی اس کا وہ اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ ثانیاً اس دوا کے عرصہ دراز تک استعمال سے نظام جسم میں کچھ ایسا تغیر و فتور واقع ہو جاتا ہے کہ بغیر اس دوا کے بے چینی رہتی ہے۔ ثالثاً یہ دوا کسی دوسرے عضو یا فعل کو نقصان پہنچا کر باعث مرض و تکلیف بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس طرح یہ ذریعہ بھی سکون قلب کو بر باد کرنے کا سبب بن جاتا ہے اور کبھی کبھی تو ان دواؤں کے اثرات اولاد تک منتقل ہو جاتے ہیں اور والدین کی غلطی کی سزا اولاد تک بھگتی ہے۔

نفسیاتی سائنس کی رو سے سکون قلب، دماغ کی پرسکون (Stable) کیفیت سے عبارت ہے۔ گویا دماغ و جسم کی وہ کیفیت جس کے بعد مزید تحریک اور عمل و رد عمل، (Action & Reaction) کی ضرورت نہیں رہتی۔

سکون قلب کی روحانی مذاہب عالم میں اہمیت

ہر روحانی مذہب سکون قلب کے حصول کا ضامن ہے اور اس کو خاص اہمیت دیتا ہے۔ چنانچہ بودھ و جینی مذاہب میں نروان (Nirvana) یا موکش (Moksha) یعنی دائمی سکون ہی کو دائمی کامیابی سمجھا گیا ہے۔ ہندو مذہب میں بھی مکتی (Mukti) کا عقیدہ ہے اور آتما

(یعنی روح) تب ہی پریم سنتوش (परम संतोष) حاصل کرتی ہے جبکہ مادی جسم سے چھٹکارہ یعنی مکئی مل جائے۔ یہاں ”پریم سنتوش“ دائمی سکونِ قلب ہی سے عبارت ہے۔ الہامی مذاہب یعنی اسلام، عیسائیت اور یہودیت میں بھی اطمینانِ قلب کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ انسان چونکہ فطری طور پر لالچی، جلد باز اور خود غرض واقع ہوا ہے لہذا وہ چاہتا ہے کہ اُسے کسی طرح بھی جلد از جلد سکون حاصل ہو جائے چاہے اس سے ہزاروں انسانوں کا سکون قلب کیوں نہ چھین جائے۔ اس لیے وہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ اس جلد بازی و خود غرضی کا نتیجہ اس کے حق میں بھی آخر کار نقصان دہ ہو گا۔ اس پہلو کی اہمیت کے پیش نظر سکونِ قلب کے بہتر اسباب وہی مذہب (یا مذاہب) بتائے گا جو روحانی تربیت کے ایسے طریقے سکھائے جن سے انسان نہ صرف بذاتِ خود پائدار سکونِ قلب سے آشنا ہو سکے بلکہ جملہ انسانیت کی فلاح و بہبود اور پائدار امن و امان سے بھی ہمکنار کر سکے۔ بالفاظِ دیگر وہ مذہب جس میں ذاتی سکونِ قلب کے ایسے طریقہ بتائے کار کی تعلیم و تربیت ہو جن سے جملہ دنیائے انسانیت میں پائدار امن و امان اور چین و سکون کا ماحول وجود میں آئے۔ نیز جو دین انسانوں کے جملہ مسائل اور فطری تقاضوں پر نظر رکھتے ہوئے انسانی فطرت کے لیے موزوں تریں اور معتدل اخلاق و تمدن کے اصولوں کی تعلیم و تربیت دے جن کے نتیجے میں انسان پائدار اطمینانِ قلب سے ہمکنار ہو سکے اور دنیا میں حقیقی اور پائدار امن و امان کی راہیں ہموار ہو سکیں۔

چارلس ڈارون (Charles Darwin) | مادی فلاسفہ حیات اور روحانی مذاہب کا عالمی امن و امان پر اثر  
(Darwin)

سائمن فرائیڈ (Sigmund Freud) اور کارل مارکس (Carl Marx) کے نظریات سے جہاں ایک طرف مادی ترقی کو تحریک ملی ہے۔ وہاں دوسری طرف ذہن و قلب میں درندگی، حیوانگی اور لوٹ کھسوٹ کے جرائم بھی پنے ہیں۔ ان مکروہ خیالات و افعال سے پائدار انفرادی سکون قلب بھی نہ مل سکا اور مجموعی طور پر عالمی امن و امان کے راستے بھی مسدود ہو گئے۔



ڈارونزم (Darwinism) نے اسلم کی دور کو بڑھا دیا کیونکہ ڈارون کے نظریہ کے مطابق ارتقاء کے لیے دو محرکات ہیں اولاً تنازع للبقا *Struggle for existence* ثانیاً بقا اصلح *(Survival of the fittest)* لہذا اپنے وجود کو قائم رکھنے اور اس کے ارتقاء کے لیے دشمن سے لڑنا *(Struggle for existence)* اور زیر کرنا *(Survival of the fittest)* ضروری ہے۔ اس لیے اس کے معتقدین نے جہاں اپنے وجود کی بقا کے لیے سیکڑوں سائنسی ایجادات کا سہارا لیا وہاں نیوکلیئر *(Nuclear)* اور ایٹمی *(Atomic)* ہتھیاروں مثلاً ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور نیوٹران بم وغیرہ کو بھی جنم دیا۔ جن کی تباہی کے خیال سے ہی کیمپبی دوڑ جاتی ہے۔ کیا ڈارون کے ہم نواؤں اور بیجاریوں سے امن عامہ اور سکون قلب کے حصول کی توقع کی جاسکتی ہے۔

زائد کے نظریہ نے دنیا میں خباثت و شہوانیت عام کرنے میں مدد دی اور دنیا کے سارے تعلقات کو جنسی رشتوں میں منسلک کر دیا اور اس کی تحریک دی۔ فحاشی و عریانیت اور جنسی امراض کے عام کرنے کا ذریعہ بنا۔ نیرسیکس و جنسیات *(Sex)* ہی کو مقصد حیات اور اصلی ذریعہ سکون سمجھ کر دنیا میں ناکام عاشقوں کی خودکشی کا باعث۔ اور کینہ خصلت لوگوں کے ذریعہ شریف لوگوں پر ظلم و تشدد کا بازار گرم کرنے اور اکثریت کے دل و دماغ میں انتشار و ہیجان پھیلا کر دنیا میں امن و امان اور چین و سکون مٹانے کا ذریعہ بنا۔

کارل مارکس کے نظریہ سے انسان کو یہ سبق ملا کہ دنیا میں ساری بے چینی دولت کے عدم توازن سے ہے۔ امیروں نے غریبوں کا خون چوس کر اپنے محلوں کو سجایا ہے۔ بینک بیلنس کیا ہے۔ اچھی سواری کا انتظام کیا ہے اور آج دنیا میں اپنی عزت و شرافت کو منوانا چاہتے ہیں۔ صاحبان مال و زر کی ساری دولت غریبوں کی ہے اور وہ بھی خصوصاً مزدوروں کی کیوں کہ صنعتی دور میں امیری، صنعت و حرفت اور فیکٹریوں کی آمدنی ہی سے آتی ہے۔ علاوہ بریں غریبوں اور مزدوروں کو پورا پورا حق ہے کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی دولت ان امیروں سے چھین

لیں۔ مارکس کے ان اسباق پر ملحد فلاسفروں نے حقانیت کی ہر تصدیق بربت کر دی۔ ان تمام محرکات کا لازمی تقاضہ تھا کہ چوری و ڈاکہ زنی، لوٹ کھسوٹ و فساد اور معاشی و اقتصادی جرائم کو ہوا ملے۔ مزید برآں مارکس نے انسانی زندگی کی تنگ و دو کو دولت و معاشیات ہی کے گرد گھما کر مال و دولت کی حیثیت کو حیاتِ انسانی میں مقامِ اول تک کا درجہ دے دیا۔ جس کا نتیجہ اس طرح بھی ظاہر ہوا کہ بیشتر انسانوں کا مقصد حیاتِ زرپرستی قرار پایا۔ اور لالچ و حرص۔ کم ظرفی و خود غرضی۔ رشوت خوری و بد عنوانی وغیرہ اخلاقی برائیاں دبائے عام کی طرح پھیلنے لگیں۔ امیروں سے نفرت پیدا ہوئی اور غریب و امیر سب میں انتشار و ہیجان کے ساتھ بے جا انتقام کا مادہ بھی پینے لگا۔ لہذا پورا کاپورا معاشرہ ذہنی و فکری عدم توازن اور عدم سکون قلب کی آماجگاہ بن گیا۔ امن و سکون کے بجائے بد امنی و ظلم اور انتشار و بے چینی مارکسزم (Marxism) کی بھی دین ہے۔

اس کے برخلاف روحانی مذاہب کی بنیاد ہی انفرادی سکون قلب اور اجتماعی امن و امان کے حصول پر رکھی ہوئی ہے۔ روح، نفسیاتی وجود ہی سے عبارت ہے۔ اور روحانی مذاہب کا مقصد اولیں روح کی تسکین و ترقی یا سکون قلب ہی ہے۔

روحانی مذاہب بلکہ تمام مذاہب کے سلسلہ میں چند اعتراضات کیے جاتے ہیں کہ مذہب سے دنیا میں پائدار امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس سے عصبیت پرستی (Communalism) اور قومیت یعنی قوم پرستی (Nationalism) کو ہوا ملتی ہے۔ مگر یہ اعتراضات حقیقت پر مبنی نہیں ہیں کیونکہ مذہب کبھی عصبیت پرستی کی تعلیم نہیں دیتا۔ نیا قوم پرستی پر مذہب کو ذمہ دار ٹھہرانا کبھی عصبیت کی وجہ سے ہے کیونکہ قوم پرستی، وطن پرستی، نسل پرستی وغیرہ تو آج مادیت کے حامیوں میں بھی وبا کی طرح پھیلی ہوئی ہے آخر مذہب ہی ذمہ دار کیوں ٹھہرے۔

اگر مذہب کے حامیوں میں یہ اخلاقی بیماری پائی جاتی ہے تو اس کی پہلی وجہ مذہب کے علم کی فقدان دہی ہے۔ نیز ذاتی و مادی مفادات کے حصول کی خاطر بھی فرقہ دارانہ منافرت

کو ہوا ملتی ہے۔ ان دو محرکات کے ساتھ ساتھ تیسرا محرک مذہب دشمنی ہے۔ چاہے وہ فرقہ دارانہ منافرت کو ہوا دینے والے نام نہاد مذہبی پیشوا ہی کیوں نہ ہوں یہ لوگ مذہب کو بدنام کرانے والے اور مذہب دشمن عناصر ہیں۔ اس بحث سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مذہب سے جاہلیت، مادہ پرستی اور مذہب دشمنی نے عصبیت پرستی اور قوم پرستی کو تحریک بخشتی ہے اور یہ اظہر من الشمس ہے مذہب بیزاری، مادہ پرستی اور مذہب دشمنی مادی نظریات حیات کے زیر سایہ ہی پرورش پائی ہیں۔

بالفرض محال اگر کسی مذہب میں عصبیت و قوم پرستی کی تعلیم دی گئی ہے تو ہم کو کھل کر اُس خاص مذہب ہی کی مذمت کرنی چاہیے نہ کہ جملہ مذاہب پر زبانِ طعن دراز کرنے لگیں ایک کدورت و خالاش کا ازالہ بھی یہاں مناسب رہے گا کہ مذہب کے معنی بے جان رمی و رحم نہیں ہے بلکہ حقیقی مذہب تو پائدار امن و امان ہی کو اولیت دیتا ہے۔ لہذا اگر کسی جرم سے امن و امان خطرے میں ہے تو اس مجرم کو سخت سے سخت سزا دینا ہی امن عامہ کے حق میں ہوگی تاکہ اس جرم کا داعیہ رکھنے والے اس عبرت ناک سزا کے خوف سے اس جرم کا اقدام نہ کر سکیں۔ ہمارے گزشتہ تجزیہ کے مطابق بھی وہ اُس جرم کے ذریعہ بدترین طریقہ سکون اختیار کر رہا ہے لہذا ایسے اسباب سکون پر ایک شخص کو سزا دینا سیکرٹوں لوگوں کو اطمینان قلب سے ہمکنار کرانے کے مترادف ہے۔

سکون قلب کی اقسام میں بہترین ذریعہ سکون  
 بہترین و دائمی سکون قلب اور کمالِ بندگی  
 کمالِ بندگی کو بتایا گیا ہے۔ مگر یہ بات گنجلک و  
 مبہم ہے۔ مزید برآں بہترین سکون قلب کے حصول کے لیے کمالِ بندگی کی صفت انسان میں  
 مطلوب بھی ہے اس لیے یہ بحث تفصیل چاہتی ہے۔

آئیے اولاً متقیانہ زندگی کی معراج کا مفہوم متعین کریں۔ تقویٰ ایک عالم گیر ضابطہ وجود ہے۔ کائنات کی ہر چیز چاہے وہ اجرام فلکی کا حصہ ہو یا دیگر موجودات، حیوانات ہوں یا انسان

یہ بقا و ارتقاء کی ضمانت والی صنعت ہی تقویٰ سے عبارت ہے۔ مثلاً چاند و سورج اور دیگر اجرام فلکی اپنے مداروں میں ایک خاص رفتار سے گھوم رہے ہیں یہی ان کی بقا کی ضمانت ہے اور اس لیے یہی ان کا تقویٰ ہے مچھلی کا بچہ انڈے سے نکلنے ہی تیرنے لگتا ہے اور یہی اس کا تقویٰ ہے۔ اگر مچھلی کا بچہ نہ تیرے تو اس کی موت یقینی ہے۔ اسی طرح انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر اگر حدود کا خیال نہ رکھے اور شتر بے ہمار کی طرح اپنی خواہشاتِ نفس پر عمل پیرا رہے تو اس کی بقا و ارتقاء یقیناً خطرے میں پڑ جائیں گی۔

انسان اپنے جبلی وجود کے ساتھ ساتھ شعوری وجود بھی رکھتا ہے۔ اور سن شعور کو پہنچنے ہی اس کی جبلت و فطرت اکثر اس کے شعوری وجود سے مغلوب ہو جاتی ہے یا ماند پڑ جاتی ہے۔ مثلاً انسان کا بچہ اپنی ماں کا دودھ جبلی اصول و تقاضوں کے مطابق پیتا ہے۔ مگر سن شعور کو پہنچ کر انسان اپنے جسمانی بقا کے تحفظ کے جبلی تقاضہ کو پیش پشت ڈال کر خود کو بھوکا رکھ سکتا ہے۔ یاد دوسروں سے چھین کر زیادہ کھا سکتا ہے اور نقصان دہ چیزوں سے بھی پیٹ بھر سکتا ہے۔ مگر ان منفی طریقوں کو اختیار کرنے سے اس کی بقا خطرہ میں پڑ جائے گی۔ لہذا فطرت کے مطابق اور اس سے ہم آہنگ تو انہیں حیات کے ساتھ زندگی گزارنا ہی تقویٰ ہے۔ اور اس کی معراج یہ ہے کہ انسان ان اصولوں پر برضا و رغبت کار بند رہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ انسانی فطرت کے بہترین اصول جو انسانی وجود کی بقا و ارتقاء کی مکمل ضمانت دیں کون بتا سکتا ہے اور وہ کیسے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس کا بہترین منطقی جواب یہ ہی ہو سکتا ہے کہ فاطر فطرت و جبلت یا بالفاظ دیگر خالق کائنات ہی ان سوالات کا صحیح جواب دے سکتا ہے اور تجربہ بھی یہی بتاتا ہے مگر تاریخ شاہد ہے کہ انسانی عقل متعدد بار اس سلسلہ میں ٹھوکر کھائی ہے۔ حالانکہ کوئی دانشور، کوئی فلاسفر، کوئی سائنسدان آج بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اُس نے انسانی وجود کی باریکیوں کو پہچان لیا ہے اور وہ انسان کی مکمل و پائیدار بقا و ارتقاء کی ضمانت دے سکتا ہے۔ ایک نوبل انعام یافتہ عام ڈاکٹر

ایلیکس کاریل (Alexis Carrel) بھی اپنی کتاب "انسان نامعلوم" (Man the unknown P. 37-) میں انسانی علوم کی کم مائیگی ان الفاظ میں بیان کرتا ہے "فرانسیسی انقلاب کے اصول اور مارکس اور لینن کے نظریات محض ذہنی اور قیاسی انسانوں پر منطبق ہو سکتے ہیں، اس بات کو صاف طور پر محسوس کرنا چاہیے کہ انسانی تعلقات کے قوانین (Laws of human relations) اب تک معلوم نہیں ہو سکے ہیں، سماجیات اور اقتصادیات کے علوم محض قیاسی اور ناقابل ثبوت ہیں" (باقی آئندہ)

## نہایت ضروری اعلان

ماہنامہ برہان ایک علمی تحقیقی اور ذہنی پرچہ ہے اس دور میں کاغذ و دیگر اشیاء متعلقہ کی مسلسل گرانی اور ہنگامی کی وجہ سے انتہائی مجبوری میں سالانہ چندہ میں اضافہ کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ پانچ ماہ ستمبر ۱۹۸۳ء سے برہان کا سالانہ چندہ مبلغ ۴۵/- روپے سالانہ ہوگا قارئین گرامی نوٹ فرمائیں

امید کہ قارئین کرام اس کو بہ خوشی قبول فرمائیں گے اور ایک ٹھوس اسلامی علمی و تحقیقی و مذہبی ماہنامہ کی بقاد ترقی اور اس کی توسیع اشاعت کے لیے کوشش فرمائیں گے۔

شرح چندہ سالانہ :

غیر ملکی بھری ڈاک سے	۹۵/- روپے
ہوائی ڈاک سے	۱۵۰/-
ہندوستان سے	۴۰/-
فی پرچہ	۳/۵۰

خادم منبر برہان دہلی

لے ترجمہ ماخوذ از علم جدید کا چیلنج - وحید الدین خاں -